HABIBIA ISLAMICUS
(The International Journal of Arabic &Islamic Research) Quarterly -Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

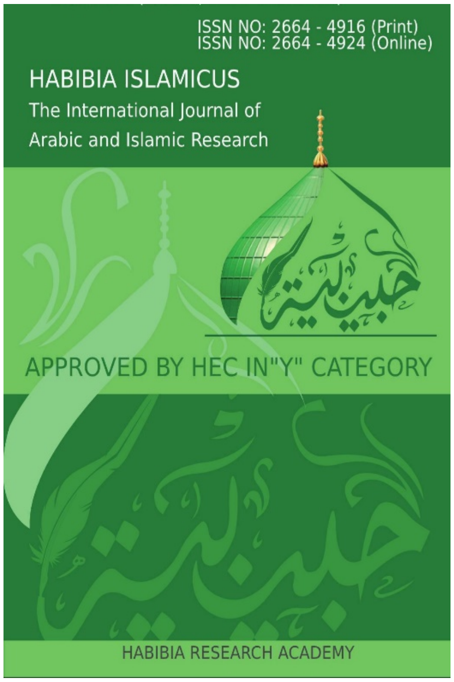

TOPIC:

JEWISH VIEWS ON OTHER RELIGIONS IN THE LIGHT OF THE OLD TESTAMENT

عہدنامہ قدیم کی روشنی میں دیگر مذاہب سے متعلق یہودی نظریات

AUTHORS:
1. *Dr. Hafiz Muhammad Waseem Abbas, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala. Email: waseem.abbas@gift.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-2229-8023*
2. *Wajid Ali, Visiting Lecturer, Dept. of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala. Email: wajid.ali@gift.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-2328-825X*

HOW TO CITE: *Abbas, Hafiz Muhammad Waseem, and Wajid Ali. 2021. "JEWISH VIEWS ON OTHER RELIGIONS IN THE LIGHT OF THE OLD TESTAMENT: عہد نامہ قدیم کی روشنی میں دیگر مذاہب سے متعلق یہودی نظریات". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (2):201-22. https://doi.org/10.47720/hi.2021.0502u14.*
URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/199
Vol. 5, No.2 || April –June 2021 || P. 201-222
Published online: 2021-06-30

QR. Code

JEWISH VIEWS ON OTHER RELIGIONS IN THE LIGHT OF THE OLD TESTAMENT

عہد نامہ قدیم کی روشنی میں دیگر مذاہب سے متعلق یہودی نظریات

Hafiz Muhammad Waseem Abbas, Wajid Ali

ABSTRACT
Judaism is a racial religion because in Jewish sacred literature the Isaiah have always been addressed. Even the God is addressed as the God Isaiah and Isaiah is declared as the favorite people of God. This highlights the concept of a racial God. However, the teachings and sharia of Moses is also reduced to only Isaiah. It shows that the honorable nation of the world is Isaiah and it is Isaiah who will get salvation in hereafter. No other religion or nation has any value in the eyes of God so it is forbidden to have any social, economic or political relationship with other religions or nations.
KEYWORDS: *Racial Religion, Jewish views on other religion, Religious Affairs, Old Testament, Other Religions.*

ابتدائیہ: خداوند تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام (جن کا لقب اسرائیل تھا) کو بارہ بیٹے عطا کیے، جس سے بارہ بڑے قبیلے تشکیل پائے، جو اپنے الگ خاندانی تشخص رکھنے کے باوجود سب کے سب ہی بنی اسرائیل کہلائے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یہودا کے متعلق جو پیشگوئیاں کی، وہ پوری ہوئیں۔ یہوداہ کی نسل بڑھ کر ایک بڑی قوم کی حیثیت اختیار کر گئی، تو اس قبیلے کے لوگ یہودی کہلانے لگے۔ بعد ازاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو یہودی مذہب سے منسوب کیا جانے لگا۔[1] تاہم کسی بھی مذہب کے دوسرے مذاہب کے متعلق احساسات، جذبات، خیالات اور احکامات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے سب سے پہلے اس مذہب کے بنیادی فلسفہ، خدوخال، اس کی حدود وطریقہ کار اور اس کے مبادیات واصولوں کے بارے میں آگاہ ہونا ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس لیے مذہب یہودیت کے نزدیک دیگر مذاہب کی حیثیت اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ تعلقات اور دیگر اقوام وممالک کے ساتھ مراسم سے آگاہی حاصل کرنے سے پہلے یہودی مقدس ادب کی تعلیمات اور احکامات کا مختلف اعتبار سے حقیقی جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔ ذیل کی تحقیق عہد نامہ قدیم کی تعلیمات کے ذریعے ایسے آداب دریافت کرنے کی ایک سعی ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ: قدیم وجدید محققین کی مطالعہ مذاہب کے حوالے سے بہت اہم اور وقیع تحقیقات موجود ہے۔ مثال کے طور پر علی بن ربن الطبری (متوفی 256ھ) کی کتاب الدین والدولۃ ہے۔ جس میں آپ نے تقابلِ ادیان پر سب سے پہلے کتاب تحریر کی، جس میں یہود ونصاریٰ نے اسلام پر جو اعتراضات کیے تھے، آپ نے اپنی اس کتاب میں جوابات دیئے ہیں۔ اسی طرح ہندی مذاہب کے حوالے سے ابو ریحان البیرونی (متوفی 440ھ) کی کتاب البیرونی فی تحقیق ما للھندمن مقولۃ مقبولۃ فی العقل اومرذولۃ موجود ہے۔ علامہ ابن حزم الاندلسی (متوفی 456ھ) نے الفصل فی الملل والاھواء والنحل میں فلاسفہ، مادیین اور یہود ونصاریٰ کے عقائد وخیالات نقل کر کے ان کا رد لکھا ہے۔ محمد بن عبدالکریم الشھرستانی (متوفی 548ھ) نے الملل والنحل میں مختلف مذاہب وادیان کے عقائد ونظریات پر روشنی ڈالی ہے۔ امام

ابن تیمیہ (متوفی 728ھ) نے الجواب الصحيح لمن بدل عن دين المسيح میں رد نصرانیت پر دلائل پیش کیے ہیں۔ اسی طرح برصغیر کے نامور محقق علامہ رحمت اللہ کیرانوی (متوفی 1891ء) نے اظہار الحق میں عیسائیت کی مکمل تاریخ اور ان کے عقائد، فرقے اور ان کا رد پیش کیا ہے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی (متوفی 1979ء) نے اپنی الگ الگ کتب یہودیت و نصرانیت پر لکھی ہیں جن میں بائیبل کی روشنی میں یہود و نصاریٰ کے عقائد اور تاریخ کا محاکمہ قرآنی آیات کی روشنی میں کیا ہے۔ ڈاکٹر احمد شبلی نے مقارنۃ الادیان میں عیسائیت، یہودیت اور ہندومت کے منطقی تضادات اور عقلی مغالطے علمی تناظر میں واضح کیے ہیں۔ لیکن، اب تک کسی محقق نے، زیر نظر موضوع عہد نامہ قدیم کی روشنی میں دیگر مذاہب سے متعلق یہودی نظریات کو بحث نہیں بنایا۔ اس لیے اس موضوع کو تحقیق کے لیے چنا گیا ہے۔ لہذا ذیل کی تحقیق عہد نامہ قدیم کی روشنی میں دیگر مذاہب سے متعلق یہودی نظریا تدریافت کرنے کی ایک سعی ہے۔

نسلی مذہب کا تصور: یہ واضح، خود تورات سے ہوتا ہے کہ یہودیت ایک نسلی مذہب ہے اسی لیے کہ یہودی مقدس ادب میں پوری نوعِ انسانی کو کہیں بھی مخاطب نہیں کیا گیا، بلکہ ہر جگہ اور ہمیشہ صرف قومِ نبی اسرائیل کو ہی مخاطب کیا گیا ہے، یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ کو بھی بنی اسرائیل کا خدا اور بنی اسرائیل کو خدا کی قوم قرار دے کر ایک نسلی خدا کا تصور اجاگر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکامات اور شریعت بھی فقط بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ جیسا کہ عہد نامہ قدیم میں ہے کہ:

Now therefore hearken, O Israel, unto the statutes and unto the judgments, which I teach you, for to do them, that ye may live, and go in and possess the land which the LORD God of your fathers giveth you. Ye shall not add unto the word which I command you, neither shall ye diminish ought from it, that ye may keep the commandments of the LORD your God which I command you.[2]

(اے اسرائیل اب اُن شریعت اور احکام کو سنو جن کو میں تمہیں سکھا رہا ہوں۔ انکو کرو۔ تب تم زندہ رہو گے اور جا سکو گے اور اس ملک کو لے سکو گے جسے خداوند تمہارے آباؤ اجداد کا خدا تمہیں دے رہا ہے۔ جو میں حکم دیتا ہوں اس میں نہ کچھ بڑھانا اور نہ ہی اس میں کچھ گھٹانا۔ تمہیں خداوند اپنے خدا کے اُن احکامات کی تعمیل کرنی چاہئے جن کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔)

یہی بات دوریم[3](Devarim) یعنی خطباتِ موسیٰ میں بھی مذکور ہے۔ کتاب الاحبار میں واضح طور پر بنی اسرائیل کو احکام پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے:

And the LORD Spake unto Moses, saying…Ye shall do my judgments, and keep mine ordinances, to walk therein: I am the LORD your God.[4]

(خداوند نے موسیٰ سے کہا بنی اسرائیلیوں سے کہو:۔۔۔ تمہیں میری شریعت پر عمل کرنا چاہئے اور میرے اصولوں پر رہ کر اس کے مطابق سلوک کرنا چاہئے۔ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔) فرانس کا عظیم مسیحی مفسر جان کیلون (John Calvin:1509-1564) ان

آیات کی وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے:

I have thought fit to introduce this precept, wherein the people are commanded to cultivate equity towards all without exception.[5]

(میں نے اس احکام کو متعارف کرانے کے لئے مناسب سوچا کہ، جس میں لوگوں کو بغیر کسی استثنیٰ کے سب کے مابین مساوات رائج کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔)بارہویں صدی کا مشہور یہودی مفسر ابراہیم ابن عزرا[6] (Abraham ben Ibn Ezra:1089-1164) کتاب الاحبار کی ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ خداوند تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں اس وقت ہی تمہارا خدا بنوں گا جب تم میرے احکام کو بجالاؤ گے یعنی سرزمین مصر کے اعمال مصری قانونی نظام کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لہذا تم ان رسم ورواج کو چھوڑ کر میرے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کروگے۔[7] مذکورہ بالا ان عبارات سے تاثر یہ ملتا ہے کہ خدا صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے اور وہ صرف بنی اسرائیل کو ہی حکم دیتا ہے، یعنی اس کے نزدیک صرف بنی اسرائیل کی ہی فلاح وکامیابی ہے۔ اس آیت میں جو مذہبی حکم دیا گیا ہے وہ صرف اور صرف بنی اسرائیل کے لیے مخصوص ہے، جب کہ اس حکم سے مصر اور کنعان کے باشندے تعلق نہیں رکھتے تھے، ان کے لیے اس آیت میں نہ ہی کسی حکم کا تذکرہ ہے، نہ ہی کوئی پیغام اور نہ ہی ان کو دعوت ایمان دینے پر ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مذہبِ یہودیت کا دائرہ کار صرف قومِ بنی اسرائیل تک محدود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نامہ قدیم میں غیر اقوام کے مذہبی اور انسانی حقوق کا کوئی قابلِ ذکر تصور نہیں ملتا، اور اس مذہب کو غیر تبلیغی دین (Non-preaching Religion) سمجھا جاتا ہے، لہٰذا، دیگر مذاہب کے ساتھ تعلق کیسا۔

نظریہ فوقیت اور خود پسندی: مذہب یہودیت کا ایک بنیادی فلسفہ یا اصول یہ ہے کہ بنی اسرائیل چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا ایک خاص قلبی تعلق خداوند تعالیٰ سے ہے تو اس لیے دنیا میں عزت واحترام کے لائق اور آخرت میں نجات کے مستحق صرف یہی قوم ہے، اس کے علاوہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک کسی مذہب اور کسی قوم کی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں ہے۔ اسی تصور کی بنیاد پر نسلی تفاخر وامتیاز اور دیگر مذاہب پر تفوق اور ان سے نفرت ، مذہب یہودیت کی پہچان بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احکامِ الٰہی بنی اسرائیل کو پہنچا کر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا کہ:

Ye shall therefore keep all my statutes, and all my judgments, and do them: that the land, whither I bring you to dwell therein, spue you not out. And ye shall not walk in the manners of the nation, which I cast out before you: for they committed all these things, and therefore I abhorred them.[8]

(تمہیں میری تمام شریعت اور اصول کو یاد رکھنا چاہئے۔ تمہیں اسکی تعمیل کرنی چاہئے۔ اگر تم انکی تعمیل کروگے اور اس پر عمل کروگے تو وہ زمین جن میں رہنے کے لئے میں تجھے بھیج رہا ہوں تمہیں باہر نہیں اُگلے گی۔ میں دوسرے لوگوں کو اس ملک کے چھوڑنے پر مجبور کر رہا

ہوں کیوں کہ ان لوگوں نے وہ سب گناہ کئے، جن گناہوں سے میں نفرت کرتا ہوں۔ اس لئے تمہیں ان لوگوں کے بعد ان دستور پر عمل نہیں کرنا چاہئے۔) کتاب الاحبار میں بنی اسرائیل کی امتیازی پہچان اور پاکیزگی کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے:

But I have said unto you, Ye shall inherit their land, and I will give it unto you to possess it, a land that floweth with milk and honey: I am the LORD your God, which have separated you from other people. Ye shall therefore put difference between clean beasts and unclean, and between unclean fowls and clean: and ye shall not make your souls abominable by beast, or by fowl, or by any manner of living thing that creepeth on the ground, which I have separated from you as unclean. And ye shall be holy unto me: for I the LORD am holy, and have severed you from other people, that ye should be mine.[9]

(میں نے کہا ہے کہ تم انکا ملک حاصل کروگے۔ دراصل ان لوگوں کا ملک تم کو وراثت میں دونگا۔ اس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ میں تمہارا خداوند خدا ہوں۔ میں نے تمہیں دوسری قوموں سے الگ کر کے خاص لوگوں میں سے بنایا ہے۔ اس لئے تمہیں پاک اور ناپاک جانوروں کے بیچ، پاک اور ناپاک پرندوں کے بیچ فرق کرنا چاہئے۔ اس لئے اپنی روح کو ان کے درمیان میں سے کسی سے ناپاک نہ کرو۔ ناپاک پرندہ، ناپاک جانور اور ناپاک رینگنے والے جانور جسے تم نے ناپاکی کے طور پر الگ کیا ہے مت کھاؤ۔ تمہیں پاک رہنا چاہئے کیوں کہ میں خداوند ہوں اور میں پاک ہوں۔ میں نے تمہیں دوسری قوموں سے اپنا بنانے کے لئے الگ کیا ہے۔) آٹھارویں صدی کے یہودی مفکر ابن عطار[10](Chaim ibn Attar:1696-1743) بنی اسرائیل کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مقام و مرتبہ کے متعلق یوں لکھتا ہے کہ:

The Torah also hints that the excellence of the land is linked to our inhabiting it as an inheritance. Should the Temple and Jewish independence be destroyed, the excellence of the land would disappear because it no longer serves as our inheritance. Unfortunately we have had to learn the truth of this due to our sins.[11]

(توریت یہ بھی اشارہ کرتی ہے کہ زمین کی فضیلت وراثت کے طور پر ہمارے وراثتی طور پر آباد ہونے سے منسلک ہے۔ اگر بیت المقدس اور یہودی کی آزادی کو ختم کر دیا جاتا تو، سرزمین کی فضیلت ختم ہو جائے گی کیونکہ ایسا کرنے سے ہماری وراثت ختم ہو جائے گی۔ بدقسمتی سے ہمیں اس بات سے آگاہ ہونا چاہیے کہ اس تباہی کا سبب ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے۔) ان توضیحات سے نمایاں ہوتا ہے کہ چونکہ دیگر اقوام کے لوگوں نے جو دستور اور طریقہ کار اپنایا ہوا تھا، اس سے خداوند تعالیٰ کو نفرت ہوگئی تھی اور ایسے آئین و دستور رکھنے والوں کو اس جگہ سے نکال کر بنی اسرائیل کو ان ملکوں کا وارث بنانا مقصود و مطلوب تھا۔

دیگر مذاہب کی مقدس نشانیوں کی تباہی کا حکم: ملکِ کنعان اور دیگر مفتوح قوموں کے باشندوں کے بارے میں، یہود کو یہ حکم دیا گیا کہ جب تم وہاں داخل ہو تو ان کو نکال باہر کرو، یہ ارض موعود تمہاری ملکیت ہوگی۔ ان کے (باطل) مذہب کی ساری نشانیاں تباہ کر دو۔[12] یہود کا مذہبی عالم جان گیل[13](John Gill:1697-1771) عہد نامہ قدیم کی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے:

Turn them out of their cities, towns, and houses, and inhabit them: for I have given you the land to possess it; who had a right to dispose of it.[14]

(انہیں اپنے شہروں، قصبوں اور مکانوں سے دور کرو اور ان میں آباد رہو۔ کیونکہ میں نے تمہیں یہ ملک رہنے کے لیے دیا ہے۔ جس کا تصرف کرنے کا اسے حق تھا۔) یہودی مفسر ابن عطار (Chaim ibn Attar:1696-1743) اس نقطہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھتا ہے کہ:

You are to drive out all the inhabitants of the land...you must not allow a single soul (of these seven nations) to survive," in this instance the Torah does not speak of the seven Canaanite nations but about others who lived amongst them. This is the reason the Torah chose its words carefully, i.e. "all the ones who dwell in the land," that the Israelites were to drive out even those people who lived there who were not members of the seven nations.[15]

(آپ کو ملک کے تمام باشندوں کو نکالنا ہے... تمہیں کسی بھی روح (ان سات اقوام میں سے) کو زندہ نہیں رہنے دینا چاہئے۔ اس واقعے میں توریت سات کنعانی قوموں کے بارے میں نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی کہتی ہے جو رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تورات نے احتیاط کے ساتھ اپنے الفاظ کا انتخاب کیا، یعنی "وہ تمام لوگ جو ملک میں رہتے ہیں" اسرائیلیوں کو یہاں تک کہ ان لوگوں کو بھی وہاں سے نکالنا تھا جو سات اقوام کے ممبر نہیں تھے۔) ان ہدایات سے معلوم ہوا کہ ملکِ کنعان کو خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دیا، تاکہ وہ جگہ کے مالک بن جائیں اور ان کے تمام آثار و نشانات اور قابلِ فخر مقامات کو منہدم کر دیں۔ ملکِ کنعان کے باشندوں کے ساتھ رحم دلی، نرمی یا انسانی ہمدردی کو بھی روا نہیں رکھا گیا، اس لیے کہ وہ کسی عزت و تکریم کے لائق نہیں ہیں۔ یہ حکم صرف کنعان کے لیے نہیں تھا بلکہ باقی تمام اقوام اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے لیے بھی تھا۔ یہودی مقدس ادب میں اس طرح کے احکام جابجا مذکور ہیں۔[16] اس تصور کی مزید تاکید ,کتاب استثناء کے اس حکم سے یوں ہوتی ہے کہ:

Ye shall utterly destroy all the places, wherein the nations which ye shall possess served their gods, upon the high mountains, and upon the hills, and under every green tree: And ye shall overthrow their altars, and break their pillars, and burn their groves with fire; and ye shall hew down the graven images of their gods, and destroy the names of them out of that place. Ye shall not do so unto the LORD your God.[17]

(تمہیں ان سبھی جگہوں کو پوری طرح تباہ کر دینی چاہئے جہاں یہ قوم اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ جگہیں اونچے پہاڑوں، پہاڑیوں اور ہرے درختوں کے نیچے ہیں۔ تمہیں ان کی قربان گاہوں کو توڑ دینی چاہئے۔ اور ان کے خاص پتھروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہئے۔ تمہیں ان کی خندقوں کو جلانا چاہئے۔ ان کے دیوتاؤں کی مورتیوں کو کاٹ دینی چاہئے۔ اور تمہیں ان کے نام وہاں سے مٹا دینا چاہئے۔ لیکن تمہیں خداوند اپنے خدا کی عبادت اس طرح نہیں کرنی چاہئے جس طرح وہ لوگ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔) مذکورہ

بالا احکام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے علاوہ دیگر تمام اقوام یعنی غیر بنی اسرائیل جو دیگر مذاہب سے وابستہ تھیں، ان کو نہ ہی کوئی اہمیت دی گئی اور نہ ہی ان کو ہدایت کی طرف بلایا گیا۔ تاہم دیگر مذاہب کی صرف مورتیوں کو ہی توڑنا مقصود نہ تھا بلکہ ان کے مذہبی مقامات، قومی کھیل، مذہبی شعار اور ان کے ہر قسم کے قومی و مذہبی قابلِ احترام اشیاء نیست و نابود کر کے ان کو اپنا غلام بنا کر ان کی ہر چیز پر قبضہ کرنا تھا۔ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے متعلق ایک دوسرے مقام پر صراحتاًیوں حکم موجود ہے کہ جب تم کسی قوم کو شکست دے دو تو ان کے ملکوں اور شہروں کو اپنے ماتحت کرنے کے بعد ان کے ساتھ یوں معاملات طے کرنا کہ:

When the LORD thy God shall bring thee into the land whither thou goest to possess it, and hath cast out many nations before thee, the Hittites, and the Girgashites, and the Amorites, and the Canaanites, and the Perizzites, and the Hivites, and the Jebusites, seven nations greater and mightier than thou; And when the LORD thy God shall deliver them before thee; thou shalt smite them, and utterly destroy them; thou shalt make no covenant with them, nor shew mercy unto them:[18]

(خداوند تمہارا خدا تمہیں اس ملک میں لے جائے گا جسے اپنا بنانے کے لئے تم اس میں جا رہے ہو۔ خداوند تمہارے سامنے بہت ساری قوموں کو باہر نکالے گا: حتّی، جرجاسی، اموری، کنعانی، فرزّی، حوّی اور یبوسی یہ سات قومیں تم سے زیادہ عظیم اور زیادہ طاقتور ہیں۔ خداوند تمہارا خدا ان قوموں کو تمہارے حوالے کرے گا اور تم انہیں شکست دو گے۔ تمہیں انہیں پوری طرح تباہ کر دینا چاہئے۔ ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ کرو ان پر کسی قسم کا رحم نہ کرو۔)

دیگر اہل مذاہب سے شادی بیاہ ممنوع: سماجی معاملات میں بھی یہود کو خاص احکام دیے گئے ہیں۔ دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے شادی بیاہ سے متعلق یوں خاص حکم دیا گیا ہے:

Neither shalt thou make marriages with them; thy daughter thou shalt not give unto his son, nor his daughter shalt thou take unto thy son. For they will turn away thy son from following me that they may serve other gods: so will the anger of the LORD be kindled against you, and destroy thee suddenly.[19]

(ان لوگوں میں سے کسی آدمی کے ساتھ شادی نہ کرو اور ان ریاستوں کے کسی آدمی کے ساتھ اپنے بیٹے اور بیٹیوں کی شادی نہ کرو۔ کیوں کہ وہ لوگ تمہارے بچوں کو خدا سے دور لے جائیں گے اس لئے تمہارے بچے دوسرے خداؤں کی خدمت کریں گے اور خداوند تم پر بہت غصّہ کرے گا۔ وہ جلدی سے تمہیں تباہ کر دے گا۔) مشہور فرانسیسی مفکر چزکونی (Chizkuni:1220-1260) دیگر مذاہب اور اقوام کے لوگوں سے شادی کرنے کے بعد پیدا ہونے والی اولاد کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

This is the son of a Canaanite marrying a Jewish girl, mentioned in verse three. The father of such a child will bring him up as a heathen, although legally, he is a Jew, his mother being Jewish. In the case of the child being a daughter, this will be even more so,

as living as a heathen is so much easier for the children who do not have to observe all the commandments of the Jewish religion.[20]

(یہ ایک یہودی لڑکی سے شادی کرنے والے ایک کنعانی کا بیٹا ہے، جس کا ذکر آیت تین میں کیا گیا ہے۔اس طرح کے بچے کا باپ اسے ایک قوم کی حیثیت سے پالے گا، حالانکہ قانونی طور پر وہ یہودی ہے، اور اس کی ماں یہودی ہے۔بچی کی بیٹی ہونے کی صورت میں، یہ اس سے بھی زیادہ ہو جائے گا، کیونکہ ان بچوں کے لئے جو قوم کے یہودی مذہب کے تمام احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتے ہیں، ایک قوم کی حیثیت سے رہنا اتنا آسان ہے۔) تیرہویں صدی کے ممتاز فلسفی بحیہ ابن اشعر[21](Bahya ben Asher:1255–1340) اس مسئلے کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

The Torah does not say that the mother, i.e. the daughter-in-law of such a marriage will lead your son astray. But it speaks about the next generation, i.e. the grandson from your daughter married to the Gentile. The grandson from a Gentile daughter-in-law could not be referred to as "your son, "as, seeing his mother is not Jewish, he is not either.[22]

(تورات میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اس طرح کی شادی کی والدہ، یعنی بہو آپ کے بیٹے کو گمراہ کر دیں گی۔لیکن یہ اگلی نسل کے بارے میں بولتا ہے، یعنی آپ کی بیٹی کے پوتے نے غیر قوم سے شادی کی ہے۔غیر یہودی بہو کے پوتے کو "آپ کا بیٹا" نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ، جب اسے دیکھ کر اس کی ماں یہودی نہیں ہے، تو وہ بھی نہیں ہے۔)

مزید لکھتا ہے کہ:

The syntax of the verses makes clear that the Torah considers the mother pivotal in determining who is Jewish. The plain meaning of the verse then is:"if the son of a Gentile marries your daughter he will lead your grandson born from your daughter astray" (religiously speaking, even though technically your grandson is Jewish). Her husband will train his son to engage in idolatry.[23]

(آیات کی نحو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تورات والدہ کو یہ فیصلہ کرنے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے کہ کون یہودی ہے۔اس کے بعد آیت کا صریح مطلب یہ ہے کہ:"اگر کسی غیر قوم کا بیٹا آپ کی بیٹی سے شادی کرے گا تو وہ آپ کی بیٹی سے پیدا ہونے والے آپ کے پوتے کو گمراہ کر دے گا" (مذہبی اور تکنیکی طور پر آپ کا پوتا یہودی ہے۔) اس کا شوہر اپنے بیٹے کو بت پرستی میں مشغول ہونے کی تربیت دے گا۔) انیسویں صدی کا انگریز مفکر چارلس جان ایلیکاٹ[24](Charles John Ellicott:1819-1905) بنی اسرائیل کا دیگر مذاہب کے ساتھ شادی نہ کرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

The reason for this is too obvious to need comment. If Israelites and idolaters were united—still more if they were intermingled in marriage—there was an end to the distinction of race and religion—an end to the supremacy of Israel or the isolation of the

people of Jehovah, as exhibiting His Law and the blessings of His government to mankind.[25]

(اس کی وجہ سے تبصرے کی ضرورت بھی واضح ہے۔ اگر بنی اسرائیل اور مشرک متحد ہو گئے، اگر وہ شادی میں مبتلا ہو گئے تو پھر بھی نسل و مذہب کے امتیاز کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اسرائیل کی بالا دستی یا یہوواہ کے لوگوں کی الگ پہچان ختم ہو سکتی ہے، جیسا کہ بنی نوع انسان کو اس کی شریعت، قانون اور حکومت کی برکات کی تلقین کرتا ہے۔) مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ بنی اسرائیل کو مذہبی حکم کے طور پر یہ ہدایت تھی وہ جب کسی ملک یا قوم پر فتح حاصل کر لیں، تو ان قوموں کے تمام باشندوں کو صفحہ ہستی سے مٹادیں اور اگر ان میں سے کوئی بچ جائے تو ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا معاشی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی تعلق یا معاہدہ کرنا یا ان پر رحم کھانا کسی بھی طور پر، ان کے لیے جائز نہیں ہے، نہ دوسروں سے شادیاں کرنا جائز مانا گیا۔

دیگر مذاہب کے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ سلوک: عہد نامہ قدیم میں دیگر مذاہب کے مذہبی پیشواؤں کو بھی ایک عام غیر اسرائیلی سمجھا جاتا تھا، اور اس کے ساتھ بھی وہی سلوک اور معاملہ کیا جاتا تھا جو باقی مفتوح لوگوں کے ساتھ ہوتا۔ جبکہ یہودی مقدس ادب کے مطابق ان کے اپنے احبار و رہبان، فقیہوں، کاہنوں اور قاضیوں کو انتہائی درجے کا تقدس حاصل تھا لیکن دیگر مذاہب کے رہنماؤں کو کسی بھی قسم کا کوئی درجہ یا حق حاصل نہیں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی عظیم ہستی کے ساتھ کو یہودیوں نے سلوک کیا، اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہود اپنے سرکاری مذہب کے علاوہ مذہبی پیشواؤں کے متعلق ان کے کیا نظریات اور عزائم رکھتے ہوں گے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق بھی قومِ بنی اسرائیل سے ہی تھا اور آپ مذہب یہودیت کی اصلاح کے لیے ہی مبعوث ہوئے تھے، لیکن اس کے باوجود یہودی کاہنوں اور سرداروں نے کبھی آپ پر کفر، کبھی بغاوت اور کبھی خود بادشاہ بننے کی سازش کے الزامات لگا کر اپنے راستے سے ہٹانے کا پروگرام بنایا۔ تاہم جب آپ پر کفر کا الزام لگایا گیا تو کوئی بھی گواہ نہیں ملا، آخر کار دو افراد نے یہ گواہی دی کہ آپ نے کہا تھا کہ میں خدا کے مقدس کو ڈھا سکتا ہوں اور تین دن میں بنا بھی سکتا ہوں لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا، تو اس پر سردار کاہن کے کہا:

I adjure thee by the living God, that thou tell us whether thou be the Christ, the Son of God. Jesus saith unto him, Thou hast said: nevertheless I say unto you, hereafter shall ye see the Son of man sitting on the right hand of power, and coming in the clouds of heaven. Then the high priest rent his clothes, saying, He hath spoken blasphemy; what further need have we of witnesses? Behold, now ye have heard his blasphemy. What think ye? They answered and said, He is guilty of death. Then did they spit in his face, and buffeted him; and others smote him with the palms of their hands, Saying, Prophesy unto us, thou Christ, Who is he that smote thee?[26]

(میں زندہ اور باقی رہنے والے خدا کے نام پر قسم دے کر پوچھ رہا ہوں ہمیں بتا کہ کیا تو خدا کا بیٹا مسیح ہے؟" یسوع نے کہا، "ہاں تیرے کہنے کے مطابق وہ میں ہی ہوں۔ لیکن میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اب تم ابن آدم کو خدا کے دائیں جانب بیٹھا ہوا اور آسمان میں بادلوں پر بیٹھا ہوا

دیکھو گے"۔اعلیٰ کاہن نے جب یہ سنا تو بہت غصہ ہوا اور اپنے کپڑے پھاڑ لئے اور کہا، "یہ شخص خدا سے گستاخی کرتا ہے اب اسکے بعد ہمیں کسی اور گواہی کی ضرورت باقی نہیں رہی اب خدا سے کئی گستاخی کے الزام کو تم نے اس سے سنا ہے۔ تم کیا سوچتے ہو؟ یہودیوں نے جواب دیا، "یہ مجرم ہے اور اس کو تو مرنا ہی چاہئے۔"تب لوگوں نے اس جگہ یسوع کے چہرے پر تھوک دیا۔ اسے گھونسا مارے اور گال پر طمانچہ رسید کئے۔ انہوں نے کہا، "تو ہمیں دکھا کہ تو نبی ہے۔ اور اے مسیح! ہمیں بتا کہ تجھے کس نے مارا۔) پادری جان گیل(John Gill:1697-1771)اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتاہے، کسی حد تک اس رویے کا جواز پیش کرتا ہے کہ:

Which Was Understood By The Ancient Jews Of The Messiah, As Is Owned By Modern Ones Jesus Was Given Out To Be The Messiah, And His Disciples Believed Him To Be The Son Of God, And He Had Affirmed Himself To Be So; Wherefore The High Priest, Exerting His Priestly Power And Authority, Puts Him Upon His Oath; Or At Least With An Oath Made By The Living God, Charges Him To Tell The Truth, And Which When Ever Any Heard The Voice Of Swearing, He Was Obliged To Do-[27]

(جیسے قدیم یہودی سمجھتے تھے کہ عیسیٰ جدید لوگوں کی ملکیت ہے، اور اس کے شاگرد اس کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، اور اس نے خود اس کی تصدیق کر دی ہے۔ لہذا، سردار کاہن، اپنی کاہن کی طاقت اور اختیار کے ساتھ، اسے اپنے حلف کے ساتھ کھڑا کرتا تھا زندہ خدا کی قسم کے ساتھ، اس پر الزام لگاتا ہے کہ وہ سچ کہے، اور جب کبھی بھی کسی نے قسم کھانے کی آواز سنی تو وہ اس کا پابند تھا۔) جب کہ ان آیات کے تحت آدم کلارک(Adam Clarke: 1760–1832)اس مکالمے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہودی کاہنوں کے اس طرح بے حرمتی کرنے کی حقیقت کو نمایاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

All the forms of justice are here violated. The judge becomes a party and accuser, and proceeds to the verdict without examining whether all the prophecies concerning the Messiah, and the innumerable miracles which he wrought, did not justify him.[28]

(یہاں انصاف کی تمام شکلوں کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ جج ایک فریق اور الزام لگانے والا بن جاتا ہے، اور بغیر کسی جانچ پڑتال کے فیصلے پر آگے بڑھتا ہے کہ آیا مسیحا کے متعلق تمام پیش گوئیاں، اور ان گنت معجزات جو اس نے انجام دیئے ہیں، اس کا جواز پیش نہیں کیا۔)واضح ہوا کہ یہودی کاہنوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام لگایا تھا کہ آپ خود کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور ایسی بات کرنا کفر ہے۔ جب گرفتار کر کے آپ کو عدالت میں حاضر کیا گیا، تو اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے کوئی واضح گواہی نہ ملی بلکہ دو گواہوں نے گول مول بات کی، کہ ہم نے ان کو ایسا کہتے ہوا سنا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے جواب میں فرمایا تھا کہ تم خود مجھے ابن اللہ کہا ہے، میں خود کو خداوند کا بیٹا نہیں کہتا، لیکن میں خود کو ابن آدم ضرور کہتا ہوں، البتہ میں دوبارہ آسمانی بادلوں میں نیچے آؤں گا اور قادرِ مطلق کی دہنی جانب بطور استعارہ اللہ تعالیٰ کی معیت کی طرف اشارہ ہے۔ یہودیوں کے سردار کاہن نے آپ کر کفر کا فتویٰ لگا کر مصلوب کرنے کا حکم دیا، یہی نہیں بلکہ وہاں موجود یہودیوں نے آپ کو اذیت پہنچانے کے ساتھ ساتھ آپ کا مذاق بھی اڑایا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بھی الزام لگایا گیا کہ وہ یہودیوں کا بادشاہ بننے کی خواہش رکھتے ہیں، اس لیے وہ لوگوں کا ہجوم اپنے ارد گرد جمع کرتے ہیں تاکہ طاقت کے بل بوتے پر وہ حکومت پر قبضہ کر

لیں۔ لہذا جب آپ کو گرفتار کر کے حاکم وقت پیلاطس کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ کو صلیب پر چڑھانے کا فیصلہ کیا اور کوڑے لگا کر مصلوب کرنے کی تیاری کی گئی تو:

Then the soldiers of the governor took Jesus into the common hall, and gathered unto him the whole band of soldiers. And they stripped him, and put on him a scarlet robe. And when they had platted a crown of thorns, they put it upon his head, and a reed in his right hand: and they bowed the knee before him, and mocked him, saying, Hail, King of the Jews! And they spit upon him, and took the reed, and smote him on the head. And after that they had mocked him, they took the robe off from him, and put his own raiment on him, and led him away to crucify him.[29]

(پیلاطس کے سپاہی یسوع کو شاہی محل میں لے گئے۔ اور تمام سپاہیوں نے یسوع کو گھیر لیا۔ اس کے کپڑے اتار دیئے اور اس کو قرمزی چوغہ پہنایا۔ کانٹوں کی بیل سے بنا ہوا ایک تاج اس کے سر پر رکھا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں چھڑی دی۔ تب سپاہی یسوع کے سامنے جھک گئے۔ اور یہ کہتے ہوئے مذاق کرنے لگے، "تجھ پر سلام ہو اے یہودیوں کے بادشاہ۔" سپاہیوں نے یسوع پر تھوکا تب اس کے ہاتھ سے وہ چھڑی چھین لی۔ اور اس کے سر پر مارنے لگے۔ اس طرح مذاق اڑانے کے بعد اس کا چوغہ نکال دیئے اور اس کے کپڑے دوبارہ اسے پہنا دیئے اور صلیب پر چڑھانے کے لئے لے گئے۔) انگریزی بائبل کا مشہور ترجمہ جینوا بائبل[30](The Geneva Bible) کے مطابق یہودیوں نے پیلاطس کے سپاہیوں سے مل حضرت مسیح علیہ السلام کی بے حرمتی اور گستاخی کی، اور ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ جینوا بائبل میں مذکورہ ہے کہ:

But these profane and impudently disrespectful soldiers clad Jesus in this array to make an additional mockery of him, this one who was indeed a true King.[31]

(لیکن ان بے ہودہ اور بے حرمتی کرنے والے سپاہیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس اضافی طور پر اس کا مذاق اڑانے کے لئے اس لپیٹ میں رکھا، جو یہ واقعتاً ایک سچا بادشاہ تھا۔) آپ کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر آپ کا مذاق اڑایا گیا:

And when they had platted a crown of thorns, they put it upon his head, and a reed in his right hand: and they bowed the knee before him, and mocked him, saying, Hail, King of the Jews! And they spit upon him, and took the reed, and smote him on the head.

(جب انہوں نے کانٹوں کا ایک تاج چڑھایا تو اس نے اس کے سر پر رکھا، اور اس کے دہنے ہاتھ میں ایک سرکنڈی: اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس کا مذاق اڑایا، یہودیوں کے بادشاہ سلام! اور انہوں نے اس پر تھوک لیا، اور سرخی کو پکڑ کر اس کے سر پر مارا۔) آپ کی بے حرمتی اور طرح طرح کی گستاخیاں کرنے کے بعد آپ کو مصلوب کرنے کے لیے لے گئے:

And after that they had mocked him, they took the robe off from him, and put his own raiment on him, and led him away to crucify him.

(اس کے بعد انہوں نے اس کا مذاق اڑایا تو انہوں نے اس کا لباس اتار لیا اور اس کا اپنا لباس اس پر ڈال دیا اور اسے صلیب پر لانے کے لئے لے گئے۔) پادری جان گیل (John Gill:1697-1771) حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں کے بیہودہ مذاق اور طنز سے متعلق تفصیل پیش کی ہے۔[32] مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مذہبِ یہودیت کا باغی اور نئے مذہب کا بانی اور آپ کی تعلیمات کو کفر سمجھتے تھے۔ لہذا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی اور رسول کی عزت، عظمت اور حرمت و تقدس کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، تو کسی دوسرے مذہب کے مذہبی، پیشوا کے احترام کی توقع یہودیوں سے کیسے کی جا سکتی ہے۔ تاہم عہد نامہ قدیم میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں اور رہنماؤں کو کوئی رعایت یا تکریم کی نگاہ سے دیکھنے کا کوئی حکم موجود نہیں ہے۔

دیگر ممالک سے متعلق یہودی نظریات: بنی اسرائیل میں کثرت سے انبیاء کرام مبعوث ہوئے، جن میں سے کچھ جلیل القدر ہستیوں (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور انکے جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کیساتھ ساتھ بادشاہت سے بھی نوازا تھا۔ عہد نامہ قدیم کی زیادہ تر تعلیمات و احکام اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے مختلف قسم کی قربانی، تہوار، عبادات اور دیگر مذہبی معاملات پر مشتمل تھے۔ تاہم ریاستی اور سیاسی معاملات میں صرف دیگر مذاہب اور اقوام کے ساتھ جنگ کرنے، انہیں نیست و نابود کرنے کے احکام تک محدود ہے۔ یعنی تورات میں مختلف جنگوں کے صرف حالات و تاریخ اور مفتوحہ اقوام پر بنی اسرائیل کے رویے کو ذکر کیا گیا ہے۔ مختلف اقوام اور ممالک کیساتھ مراسم، تعلقات اور معاملات کا تذکرہ مفقود ہے۔ اس لیے عہد نامہ قدیم میں بین الاقوامی تعلقات کے متعلق، احکام، ہدایات اور رہنمائی نہ ہونے کے برابر ہے۔ تاہم یہودی مقدس ادب کی تعلیمات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف بنی اسرائیل ہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور منتخب قوم ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے دیگر اقوام کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارنے کے لیے خود اس جنگ میں شامل ہو کر بڑی بڑی جابر قوموں کو شکست دے کر ان کے ملک بنی اسرائیل کو بطورِ وراثت دینے کی خوشخبریاں بیان کی گئی ہیں۔ جیسا کہ کتاب الاحبار میں مذکور ہے:

But I have said unto you, Ye shall inherit their land, and I will give it unto you to possess it, a land that floweth with milk and honey: I am the LORD your God, which have separated you from other people.[33]

(میں نے کہا ہے کہ تم انکا ملک حاصل کروگے۔ در اصل ان لوگوں کا ملک تم کو وراثت میں دونگا۔ اس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ میں تمہارا خداوند خدا ہوں۔ میں نے تمہیں دوسری قوموں سے الگ کر کے خاص لوگوں میں سے بنایا ہے۔) اسی طرح ان کو خاص مقام و مرتبے سے نوازنے کی وجہ بیان کی گئی ہے:

For thou art and holy people unto the LORD thy God: the LORD thy God hath chosen thee to be a special people unto himself, above all people that are upon the face of the earth.[34]

(کیوں کہ تم خداوند خدا کے ہاں مقدس ہو، اس لیے تمہارے خداوند نے تمہیں اپنے خاص لوگوں کے طور پر چنا ہے، تمام لوگوں سے بلند تر، کہ جو بھی اس زمین پر آباد ہیں۔)ابن اشعر (Bahya ben Asher:1255–1340) ان آیات کے تحت لکھتا ہے کہ خدا کا تعلق بنی اسرائیل سے وہ نہیں جو اس کا تعلق دیگر قوموں سے ہے:

His relationship to you is governed by the degree of fondness He has developed for you, a consideration outweighing considerations of numerical strength. This is why He chose you to be His special people.[35]

(تمہارے ساتھ خدا کے رشتے کا انحصار، اس کی چاہت پر ہے جو وہ تم لوگوں سے رکھتا ہے۔ اس نے تمہارے ساتھ تعلق کا انتخاب کیا ہے اور وہ تمہاری تعداد کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اس نے اس نے آپ کو اپنے خاص افراد کے طور پر منتخب کیا۔) یہ بھی بائیبل نے بتا یا ہے کہ بنی اسرائیل پر خداوند تعالیٰ کے احسانات اور بے شمار نعمتوں کا نزول در اصل انکے آباءواجداد کیساتھ کیے گئے وعدے کی تکمیل کے طور پر تھا۔ جیسا کہ کتابِ استثناء میں واضح طور پر موجود ہے:

But because the LORD loved you, and because he would keep the oath which he had sworn unto your fathers, hath the LORD brought you out with a mighty hand, and redeemed you out of the house of bondmen, from the hand of Pharaoh King of Egypt.[36]

(لیکن خداوند تم کو اپنی بڑی قدرت کے ذریعہ مصر کے باہر لایا اس نے تمہیں غلامی سے نجات دلائی اس نے مصر کے بادشاہ فرعون کے چنگل سے آزاد کیا کیوں؟ کیوں کہ خداوند تم سے محبت کرتا ہے اور تمہارے آباءواجداد کو دیئے گئے وعدے کو پورا کرنا چاہتا تھا۔) بائبل کے مطابق، بنی اسرائیل کو جب مصریوں سے نجات ملی اور جب وہ ملکِ کنعان پہنچے والے تھے تو اخداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب تم اس ملک میں پہنچ جاؤ، جو خداوند تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تو وہاں کی قوم کی طرح مکروہ کام نہ کرنا، بلکہ وہی کام کرنا جس کا حکم خدواوند تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔[37] پھر خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا حوصلہ بلند کرنے کے لیے فرعون مصر جیسے طاقتور بادشاہ کے قبضہ سے نکال کر اس مقام اور حیثیت تک پہنچانے کے عملی تجربہ کو یاد دلاتے ہوئے دیگر اقوام سے مقابلہ کرنے کا حکم دیتا ہے:

If thou shalt say in thine heart, these nations are more than I; how can I dispossess them? Thou shalt not be afraid of them: but shalt well remember what the LORD thy God did unto Pharaoh, and unto all Egypt;[38]

(اگر تم اپنے دِل میں یہ سوچو، 'یہ قومیں ہم لوگوں سے زیادہ طاقتور ہیں ہم اسے کیسے بھگا سکتے ہیں ؟ تو بھی تمہیں ان سے نہیں ڈرنا چاہئے تمہیں وہ یاد رکھنا چاہئے جو خداوند تمہارے خدا نے فرعون اور مصر کے لوگوں کے ساتھ کیا۔) خدواند تعالیٰ بنی اسرائیل کو صبر کے ساتھ مرحلہ وار اپنے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تلقین کرتا ہے:

Moreover the LORD thy God will send the hornet among them, until they that are left, and hide themselves from thee, be destroyed.[39]

(خداوند تمہارا خدا زنبوروں کو انکے خلاف بھیجے گا، اور وہ زنبور ملک کے تمام لوگوں کو چھپے ہوئے لوگوں سمیت پوری طرح سے تباہ و برباد کر دے گا۔) اسی طرح بنی اسرائیل کو خداوند تعالیٰ کی مدد کرنے کو واضح طور پر بیان کیا گیا:

And he shall deliver their kings into thine hand, and thou shalt destroy their name from under heaven: there shall no man be able to stand before thee, until thou have destroyed them.[40]

(خداوند ان کے بادشاہوں کو شکست دینے میں تمہاری مدد کرے گا تم انہیں مار ڈالو گے اور دُنیا بھول جائے گی کہ وہ کبھی تھے۔ کوئی بھی تم لوگوں کو نہیں روک سکے گا۔ تم ان تمام کو تباہ کرو گے۔) ان آیات کی بنیاد پر یہود سمجھتے ہیں کہ محبوب و مطلوب قوم صرف اور صرف بنی اسرائیل ہی ہے اور اس کو ہی صرف زندہ رہنے کا، شہر آباد کرنے اور دیگر اقوام کا مالک ہونے کا حق حاصل ہے۔یعنی دیگر ممالک کو اپنے قبضے میں لینا، انہیں مفتوح کرنا، پھر ان ملکوں اور شہروں کے باشندوں، حکمرانوں، بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کو قتل کر کے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ لہذا سلطنتِ اسرائیل کے علاوہ کسی اور ملک، سلطنت، بادشاہت، حکومت، شہر یا کسی مذہب کا موجود، قائم اور باقی رہنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے تو ان کی آزادی اور سلامتی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عہد نامہ قدیم میں غیر اسرائلی مفتوحہ قوموں کو زندہ رہنے کا حق نہیں رکھتی، اس لیے ایسی اقوام کے ساتھ معاہدات کرنے سے ہی روک دیا گیا ہے، جیسا کہ کتاب خروج میں مذکور ہے کہ:

Observe thou that which I command thee this day: behold, I drive out before thee the Amorite, and the Canaanite, and the Hittite, and the Perizzite, and the Hivite, and the Jobsite. Take heed to thyself, lest thou make a covenant with the inhabitants of the land whither thou goest, lest it be for a snare in the midst of thee: But ye shall destroy their altars, break their images, and cut down their groves: For thou shalt worship no other god: for the LORD, whose name is Jealous, is a jealous God.[41]

(آج میں جو حکم دیتا ہوں اس کی تعمیل کرو۔ اور میں تمہارے دشمنوں کو تمہارا ملک چھوڑنے پر مجبور کروں گا۔ میں اموری، کنعانی، حتّی، فرزّی، حوّی اور یبوسیوں کو باہر نکل جانے کے لئے دباؤ ڈالوں گا۔ ہوشیار رہو ان لوگوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ کرو جو اس سرزمین پر رہتے ہیں جہاں تم جارہے ہو۔ اگر تم ان کے ساتھ معاہدہ کروگے تو تم اس میں پھنس جاؤ گے۔ ان کی قربان گاہوں کو تباہ کردو ان پتھّروں کو توڑ دو جن کی وہ پرستش کرتے ہیں انکی مورتیوں کو کاٹ گراؤ۔ کسی دوسرے دیوتا کی پرستش نہ کرو۔ خداوند جس کا نام غیور، غیور خدا ہے۔) ان آیات میں پانچ ایسے ممالک جن کو فتح کرنے کی ضمانت کے ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا گیا کہ اے بنی اسرائیلو! تم جب ان ملکوں کو فتح کر کے ان کے باشندوں کو اپنے ماتحت کر لو، تو ان سب کو ختم کر دینا، ان کے مذہبی اور قومی شعائر اور نشانات مکمل طور پر منہدم کر دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی خدمت کے لیے ان کی جانب سے اطاعت اور فرمانبرداری کی یقین دہانی کے بعد ان سے کوئی معاہدہ نہ کر لینا، جو بعد میں

تمہارے لیے وبالِ جان بن جائے۔ البتہ عہد نامہ قدیم میں ایک ملک کے باشندوں کے ساتھ ان کو زندہ رہنے کی اجازت پر معاہدے کا تذکرہ ملتا ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک نبی یشوع کا دور تھا، جس میں انہوں نے دیگر اقوام اور ملکوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری رکھا، انہوں نے یریحو اور عی کے ملکوں کو فتح کیا اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا، جس کا حکم تورات میں دیا گیا تھا۔ یشوع کے قریب ایک ملک جبعون نام کا تھا جس کے باشندے بہت سمجھدار تھے، جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے جان بچانے کی انوکھی ترکیب اختیار کی۔ انہوں نے اپنے کچھ نمائندے بنا کر بھیجے کہ تم خود کو دور دراز کے ملک کے باشندے ظاہر کرنا، اور یشوع اور بنی اسرائیل کے سرداروں سے کہنا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ نبی کے ذریعے بنی اسرائیل کو ہدایت بخشی ہے، اس لیے خداوند تعالیٰ بنی اسرائیل کو فتح بھی دیتا ہے۔ ہم بہت دور کا سفر کر کے آئے ہیں، ہماری قوم کے بڑوں نے بھیجا ہے کہ اگرچہ ہم قومِ بنی اسرائیل سے تعلق نہیں رکھتے، پھر بھی ہم تمہارے خادم بن کر رہنا چاہتے ہیں، اس لیے آپ ہم سے اس بات پر عہد باندھ لیں۔ جیسا کہ تورات میں موجود ہے کہ:

And when the inhabitants of Gibeon heard what Joshua had done unto Jericho and to Ai, They did work wilily, and went and made as if they had been ambassadors, and took old sacks upon their asses, and wine bottles, old, and rent, and bound up;[42]

(جبعون کے لوگوں نے اس طریقے کے بارے میں سنا جس سے یشوع نے یریحو اور عی کو شکست دی تھی۔ [4] اِس لئے ان لوگوں نے بنی اسرائیلیوں کو بے وقوف بنانے کا تہیّہ کر لیا۔ ان کا منصوبہ یہ تھا: انہوں نے شراب کے چمڑے کے دراڑ دار اور پھٹے ہوئے ان پرانے تھیلوں کو اپنے جانوروں پر لادا۔ انہوں نے اپنے جانوروں پر پُرانی بوریاں بھی لاد لیں۔ ان لوگوں نے ایسا اس لئے کیا تا کہ دکھائی دے کہ وہ بہت دور سے سفر کر کے آرہے ہیں۔) بنی اسرائیل نے ان لوگوں پر شک ظاہر کرتے ہوئے کہا:

And the men of Israel said unto the Hivites, Peradventure ye dwell among us; and how shall we make a league with you?[43]

(بنی اسرائیلیوں نے ان حوّی لوگوں سے کہا، ہو سکتا ہے کہ تم ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہو یا تم ہمارے قریب کے ہی رہنے والے ہو۔ ہم اس وقت تک امن معاہدے کی امید نہیں کر سکتے جب تک ہم یہ نہ جان لیں کہ تم کہاں سے آئے ہو۔) انہوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ آپ ہمارے جوتے، ہمارا لباس اور ہماری روٹیاں دیکھ لیں، جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم دور دراز سے آئیں ہیں، تو بالآخر حضرت یشوع نے ان کے ساتھ امن کا معاہدہ کر لیا:

And Joshua made peace with them, and made a league with them, to let them live: and the princes of the congregation sware unto them.[44]

(یشوع نے ان کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا۔ اس نے انہیں رہنے کی بھی اجازت دی۔ اسرائیل کے قائدین نے یشوع کے اقرار نامہ کو منظور کیا اور وہ لوگ ان لوگوں کے سامنے اسے ثابت کرنے کے لئے حلف لئے۔) برطانوی عالمِ بائبل ایڈم کلارک (Adam Clarke:1760-1832) اس عہد کے بارے میں لکھتا ہے:

Joshua agreed to receive them into a friendly

connection with the Israelites, and to respect their lives and properties; and the elders of Israel bound themselves to the observance of it, and confirmed it with an oath.[45]

(یشوع نے انھیں اسرائیلیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات میں استقبال کرنے، اور ان کی جان و مال کا احترام کرنے پر اتفاق کیا۔ اور بنی اسرائیل کے بزرگوں نے اپنے آپ کو اس کی پابندی کا پابند کیا اور ایک حلف کے ساتھ اس کی تصدیق کی۔)پادری جان گیل(John Gill:1697-1771)اس معاہدے کی پاسداری کے متعلق یوں لکھتا ہے:

An oath is a solemn sacred thing, and not to be broken, and a good man will make conscience of it, and keep it, though he has sworn to his own hurt: and now therefore we may not touch them; neither take away their lives nor their substance.[46]

(حلف ایک مقدس چیز ہے، جسے توڑنا نہیں ہے، اور ایک نیک آدمی اس کا ضمیر بنائے گا، اور اسے برقرار رکھے گا، حالانکہ اس نے اپنے نقصان کی قسم کھائی ہے۔ اور اب ہم ان کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ نہ ان کی جان لے لو اور نہ ہی ان کا مادہ۔) گویا یہ وہ واحد معاہدہ ہے جو دوسری قوم اور دوسرے شہر کے باشندوں کو زندہ رہنے کا حق اس شرط پر دیا گیا، کہ وہ ہمیشہ نسل در نسل بنی اسرائیل کے غلام بن کر رہیں گے:

I prayed therefore unto the LORD, and said, O Lord GOD, destroy not thy people and thine inheritance, which thou hast redeemed through thy greatness, which thou hast brought forth out of Egypt with a mighty hand.**27** Remember thy servants, Abraham, Isaac, and Jacob; look not unto the stubbornness of this people, nor to their wickedness, nor to their sin[47]

(اس طرح جبعون کے لوگ غلام ہو گئے لیکن یشوع نے ان کی زندگی بچائی۔ یشوع نے بنی اسرائیلیوں کو انہیں مارنے نہیں دیا۔ یشوع نے جبعون کے لوگوں کو بنی اسرائیلیوں کا غلام بننے دیا۔ وہ بنی اسرائیلیوں اور خداوند کے منتخب کردہ کسی بھی جگہ کی قربان گاہ کے لئے لکڑی کاٹتے اور پانی لاتے تھے وہ لوگ اب تک غلام ہیں۔) البتہ عہد نامہ قدیم میں شامل گیارویں کتاب سلاطین میں صور کے بادشاہ حیرام اور بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی اور بادشاہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے درمیاں ایک ایسے معاہدے کا ذکر ملتا ہے جس میں خداوند تعالیٰ کا گھر (یعنی مسجدِ اقصیٰ) کی تعمیر کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا منصوبہ بنایا، تو حیرام سے کہا کہ اپنے ملک سے بہترین قسم کی لکڑی کٹوا کر اس کام کے لیے بھیجو، میں تمہارے مزدوروں کو اس کی مزدوری دونگا، تو حیرام نے یہ معاہدہ منظور کر لیا اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر پہنچا تا رہا، اس کے بدلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام گیہوں اور خالص تیل بھیجتے رہے:

And the LORD gave Solomon wisdom, as he promised him: and there was peace between Hiram and Solomon; and they two made a league together.[48]

(خداوند نے سلیمان کو عقل دی جیسا کہ اس نے وعدہ کیا تھا۔ اور سلیمان اور حیرام کے درمیان امن تھا یہ دونوں بادشاہوں نے ایک معاہدہ ان کے درمیان کیا۔) تھامس کوک[49](Thomas Coke:1747-1814) نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی وضاحت کچھ اس طرح کی

ہے: There can be no reason why any Christian prince may not make a league and peace with the Great Turk, Mogul, or the Tartar, as well as David and Solomon did with Hiram; the latter of whom renewed the same league that his father had made, according to the wisdom which God had given him. And, no doubt, the elements of the Christian religion advise and enjoin a peace with all men; that is, to refrain from and avoid all acts of hostility with all the world, who will live peaceably with us, as the best, if not the only way to propagate the true religion, and all manner of truth; and it is very strange,[50]

(اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ہے کہ کوئی بھی عیسائی شہزادہ عظیم ترک، موگول یا تزار کے ساتھ لیگ اور صلح نہ کرنے کے ساتھ ساتھ ڈیوڈ اور سلیمان نے حرم کے ساتھ کیا تھا۔ اس کے بعد کے لوگوں نے اسی لیگ کی تجدید کی تھی جو اس کے والد نے عقل کے مطابق کی تھی۔ اور ،اس میں کوئی شک نہیں، عیسائی مذہب کے عناصر تمام مردوں کے ساتھ صلح کا مشورہ دیتے ہیں۔ یعنی، پوری دنیا کے ساتھ ہر طرح کی دشمنی سے باز رہنا اور ان سے پرہیز کرنا، جو ہمارے ساتھ پر امن طور پر زندگی گزاریں گے، اگر سچے مذہب کی تبلیغ کا واحد راستہ نہیں ہے تو یہ بہت ہی حیرت کی بات ہے۔) اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بادشاہ تھے، ان کے درمیان بہترین تعلقات قائم تھے، دونوں نے اپنے اپنے ملک کے بادشاہ ہونے کی حیثیت سے یہ معاہدہ کیا جسے بعد میں نبھاتے رہے۔ اس معاہدے کو ایک تجارتی معاہدہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

سفراء، نمائندگان اور وفود کا احترام: کسی ملک، قوم، حکمران یا سردار کے پاس کسی خاص مقصد یا پیغام لے کر کسی ایک فرد یا چند افراد و بطورِ قاصد یا سفیر بنا کر روانہ کرنا تاریخِ انسانی میں آج تک چلا آرہا ہے۔ یہ نمائندے بوقتِ ضرورت، اپنے ملک، قوم اور علاقے کی فلاح و بہبود اور مفادات کے حصول اور دیگر معاملات کے لیے بھیجے جاتے رہے ہیں۔ عہد نامہ قدیم میں بھی سفراء کو دیگر اقوام کے پاس بھیجنے کا تصور ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جن بنی اسرائیل کو لے کر دشتِ صین کے مقام قادس سے سفر کر کے آگے جانے کے لیے ادوم کے بادشاہ کے پاس، اس کے ملک سے گزر کر آگے کے لیے راستے کی اجرت دینے کے لیے سفیر بھیجے، جس کا ذکر تورات میں یوں ملتا ہے:

And Moses sent messengers from Kadesh unto the king of Edom, Thus saith thy brother Israel, Thou knowest all the travail that hath befallen us:**15** How our fathers went down into Egypt, and we have dwelt in Egypt a long time; and the Egyptians vexed us, and our fathers: And when we cried unto the LORD, he heard our voice, and sent an angel, and hath brought us forth out of Egypt: and, behold, we are in Kadesh, a city in the uttermost of thy border:**17** Let us pass, I pray thee, through thy country: we will not pass through the fields, or through the vineyards, neither will we drink of the water of the wells: we will go by the king's high way, we will not turn to the right hand nor to the left, until we have passed thy borders.[51]

(جب موسیٰ قادس میں تھے اس نے کچھ آدمیوں کو ادوم کے بادشاہ کے پاس پیغام کے ساتھ بھیجا۔ پیغام یہ تھا: تمہارے بھائی بنی اسرائیل تم سے یہ کہتے ہیں: تم جانتے ہو کہ ہم لوگوں نے کتنی مشکلیں سہی ہیں۔ کئی سال پہلے ہمارے آباء و اجداد مصر چلے گئے تھے اور ہم لوگ وہاں

ان کے پاس کئی سال رہے مصر کے لوگ ہم لوگوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ لیکن ہم لوگوں نے خداوند سے مدد کے لئے دُعا کی خداوند نے ہم لوگوں کی دعا سنی۔ اور انہوں نے ہم لوگوں کی مدد کیلئے ایک سفیر بھیجا خداوند ہم لوگوں کو مصر سے باہر لایا ہے" اب ہم لوگ یہاں قادس میں ہیں جہاں سے تمہارا ملک شروع ہوتا ہے۔) ابن عطار (Chaim ibn Attar:1696-1743) اس واقعہ کے ضمن میں لکھتا ہے کہ:

The reason that Moses underlined the brotherly connection between Edom and Israel was to remind Edom that the discomfort of travel Israel experienced now was not due to recent events but to their respective ancestor and that he considered both Israel and Edom as being involved in this equally.[52]

(موسیٰ نے آدم اور اسرائیل کے مابین برادرانہ تعلقات کی طرف اشارہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اب اسرائیل کو جو سفر درپیش ہے اس میں تکلیف حالیہ واقعات کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ ان کے متعلقہ آباؤاجداد کی تھی اور وہ اسرائیل اور آدم دونوں کو یکساں طور پر ملوث سمجھتا تھا۔) اسی طرح مقام یرون کے اس پار بنی عمون کا ملک تھا۔ جب بنی اسرائیل نے خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کر کے دیگر اقوام کے بتوں کی عبادت میں مشغول ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ناراض ہو کر عمون کو ان پر مسلط کر دیا، وہ اٹھارہ سال تک ان کے ظلم ڈھاتے رہے۔ آخر کار بنی اسرائیل تائب ہوئے اور افتاح نامی بہادر شخص کو اپنا حکمران تسلیم کر کے بنی عمون کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ عہد نامہ قدیم میں شامل ساتویں کتاب قضاۃ میں مذکور ہے کہ:

And Jephthah sent messengers unto the king of the children of Ammon, saying, what hast thou to do with me, that thou art come against me to fight in my land? And the king of the children of Ammon answered unto the messengers of Jephthah, Because Israel took away my land, when they came up out of Egypt, from Arnon even unto Jabbok, and unto Jordan: now therefore restore those lands again peaceably.[53]

(افتاح نے عمونی بادشاہ کے پاس قاصدوں کو بھیجا قاصدوں نے بادشاہ کو یہ پیغام دیا: عمونی اور بنی اسرائیلیوں کے بیچ مسئلہ کیا ہے؟ تم ہمارے لوگوں کے خلاف جنگ لڑنا کیوں چاہتے ہو؟" عمونی لوگوں کے بادشاہ افتاح کے قاصد سے کہا، "ہم لوگ بنی اسرائیلیوں سے اس لئے لڑ رہے ہیں کیوں کہ بنی اسرائیلیوں نے ہماری زمین اس وقت لے لی تھی جب وہ مصر سے آئے تھے۔ انہوں نے ہماری زمین ارنون دریا سے دریائے یبّوق اور دریائے یردن تک لے لی تھی اور اب بنی اسرائیلیوں سے کہو کہ وہ ہماری زمین پُرامن طور پر واپس دے دے۔) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نامہ قدیم میں باقاعدہ طور پر تو سفراء، وفود اور نمائندگان کے لیے ہدایات موجود نہیں، لیکن بنی اسرائیل کے تاریخی واقعات کو دیکھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنی اسرائیل نے مختلف اقوام اور مذاہب کے ساتھ تعلق رکھنے والے بادشاہوں کے پاس نمائندے بھیجے اور اسی طرح دیگر مذاہب سے وابستہ لوگ بطور سفیر بنی اسرائیل کے پاس آتے رہیں ہیں۔

خلاصہ بحث: یہودیت ایک نسلی مذہب ہے اسی لیے کہ یہودی مقدس ادب میں ہمیشہ اور ہر جگہ صرف قومِ بنی اسرائیل کو ہی مخاطب کیا گیا ہے، حتیٰ کہ خداوند تعالیٰ کو بھی بنی اسرائیل کا خدا اور بنی اسرائیل کو خدا کی پسندیدہ قوم قرار دے کر ایک نسلی خدا کا تصور اجاگر کیا گیا ہے۔ تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکامات اور شریعت بھی فقط بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ اس لیے دنیا میں عزت واحترام کے لائق اور آخرت میں نجات کے مستحق صرف یہی قوم ہے، اس کے علاوہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک کسی مذہب اور کسی قوم کی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں ہے۔ اسی لیے ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا معاشی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی تعلق یا معاہدہ کرنا یا ان پر رحم کھانا کسی بھی طور پر، ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ یہودیت میں دیگر مذاہب کے مذہبی پیشواؤں کو بھی ایک عام غیر اسرائیلی سمجھا گیا ہے جبکہ یہودی مقدس ادب، یہودی احبار، فقیہ، کاہن اور قاضی کو انتہائی درجے کا تقدس حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مذہبِ یہودیت کا باغی اور نئے مذہب کا بانی مان کر آپ کی تعلیمات کو کفر سمجھتے تھے۔ لہذا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جن کا تعلق ایک یہودی خاندان سے تھا) جیسی عظیم ہستی کی ناموس، عظمت اور حرمت و تقدس کو پامال کرنے میں دریغ نہیں کیا، تو دیگر مذاہب کے مذہبی، پیشوا کے احترام کی امید کیسے رکھی جاسکتی ہے۔ عہد نامہ قدیم کی اکثر تعلیمات مذہبی معاملات کی وضاحت کرتی ہیں۔ سیاسی معاملات میں مختلف جنگوں کے صرف حالات وواقعات اور مفتوحہ اقوام پر بنی اسرائیل کے رویے کا ذکر کیا گیا ہے۔ دیگر اقوام کیساتھ تعلقات اور معاملات کا تذکرہ مفقود ہے۔ البتہ عہد نامہ قدیم میں کچھ معاہدات کا تذکرہ دیکھنے کو ملتا ہے جس میں صور کے بادشاہ حیرام اور بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی اور بادشاہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے درمیاں خداوند تعالیٰ کا گھر (یعنی مسجدِ اقصیٰ) کی تعمیر کے سلسلے میں معاہدہ کیا گیا۔ تاہم عہد نامہ قدیم میں چیدہ چیدہ تاریخی واقعات کو دیکھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنی اسرائیل اور مختلف اقوام اور مذاہب کے ساتھ تعلق رکھنے والے بادشاہوں کے درمیان سفارکاری کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی، جو کہ فائدہ مند ثابت نہ ہو سکی۔

حوالہ جات:

---

1 https://www.sefaria.org/Megillah.16a.14?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 09-05-2020, at 05:38 PM.

2 The Holy Bible (KJV), Deuteronomy4:1-2

3 دیوریم (استثنیٰ) موسیٰ کے وعظ شدہ سرزمین میں داخل ہونے سے کچھ عرصہ قبل تین خطبات پر مشتمل ہے۔ پہلا خطبہ بیابان میں چالیس سال کی تجب کا ذکر کرتا ہے اور تورات کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت کے ساتھ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ دوسرا خطا اسرائیل کو باقی رہنے کی یاد دلاتا ہے۔ خدا کا وفادار اور عجیب وغریب خداؤں کی پیروی نہیں کرنا۔ اس نے ان کے جو قوانین دیئے ہیں ان پر عمل کرنا، جس پر وعدہ کیا ہوا زمین پر انحصار ہے۔ تیسرا یہ سکون فراہم کرتا ہے کہ اگر اسرائیل بے وفائی اور ملک سے جلاوطن ہو تو بھی، توبہ کے ذریعہ واپسی ممکن ہو گی۔

4 Leviticus:18:1-4

[5] https://biblehub.com/commentaries/calvin/leviticus/18.htm, Accessed on 09-05-2020, at 06:06 PM.

[6] ابن عزرا قرون وسطیٰ کے ممتاز یہودی بائبل کے مبصر اور فلسفی تھے۔ اپنی تفسیر میں، متن کے لغوی معنوں پر قائم رہتے ہیں۔ آپ نے ایک آزاد تنقید کی جو کچھ مصنفین کے مطابق عقلیت پسندی کی طرف واضح رجحان کی نمائش کرتی ہے۔

[7]https://www.sefaria.org/Ibn_Ezra_on_Leviticus.18.3.2?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 07-05-2020, at 03:40 PM.

[8] Leviticus20:21-22

[9] Leviticus20:24-26

[10] ابن عطار مراکش کے سب سے نمایاں ربیوں میں سے ایک تھے۔ ان کی وسیع تعلیم، گہری عقل اور غیر معمولی تقویٰ کی وجہ سے اسے ہر جگہ بڑے اعزاز کے ساتھ پذیرائی ملی۔

[11]https://www.sefaria.org/Or_HaChaim_on_Leviticus.20.24.1?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 07-05-2020, at 05:45 PM.

[12] Numbers 33:52-53

[13] جان گیل مذہبی عالم اور بائبل کے ماہر، ابتدائی عمر میں لاطینی اور یونانی زبان میں مہارت حاصل کی۔ 1748 میں، گل کو جامعہ آبرڈین نے ڈاکٹر آف تھیالوجی کی اعزازی ڈگری سے نوازا تھا۔

[14] https://biblehub.com/commentaries/gill/numbers/33.htm, Accessed on 08-05-2020, at 11:30 AM.

[15]https://www.sefaria.org/Or_HaChaim_on_Numbers.33.52.1?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 07-05-2020, at 06:16 PM.

[16] Deuteronomy 7:24-25

[17] Deuteronomy 12:1-4

[18] Deuteronomy 7:1-2

[19]Deuteronomy 7:3-4

[20]https://www.sefaria.org/Chizkuni%2C_Deuteronomy.7.4.1?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 08-05-2020, at 12:45 PM.

[21] بحیہ ابن اشعر یہودیت کا ایک ربیع اور عالم تھا۔ وہ عبرانی بائبل کا تبصرہ نگار تھا۔ وہ ان دو افراد میں سے ایک تھا جنھیں اب رابینو بہائے کے نام سے جانا جاتا ہے۔

[22]https://www.sefaria.org/Rabbeinu_Bahya%2C_Devarim.7.4.1?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 08-05-2020, at 12:45 PM.

[23]https://www.sefaria.org/Rabbeinu_Bahya%2C_Devarim.7.4.1?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 08-05-2020, at 12:45 PM.

[24] ارلس جان ایلیکاٹ ایک ممتاز انگریز عیسائی پادری تھا۔ 1848 میں انگلیائی وزارت میں تقرری کے بعد، وہ پلٹن، رٹلینڈ کے وائکار اور کنگ کالج لندن میں الوہیت کے پروفیسر اور کیمبرج میں ہلسن پروفیسر الوہیت تھے۔ 1861 میں، وہ ایکسٹر کا ڈین مقرر ہوا۔

[25]https://biblehub.com/commentaries/ellicott/deuteronomy/7.htm, Accessed on 08-05-2020, at 01:25 PM.
[26] Matthew 26:63-68
[27] https://biblehub.com/commentaries/gill/matthew/26.htm, Accessed on 08-05-2020, at 02:15 PM.
[28] https://biblehub.com/commentaries/clarke/matthew/26.htm, Accessed on 08-05-2020, at 05:50 PM.
[29] Matthew 27:27-31
[30] جنیوا بائبل انگریزی میں بائبل کا تاریخی اعتبار سے ایک اہم ترجمہ ہے۔ یہ سولہویں صدی کے انگریزی پروٹسٹنٹ ازم کی بنیادی بائبل تھی۔ بائبل کا یہ نسخہ اس لئے اہم ہے کہ، پہلی بار، مکینیکل طور پر طباعت شدہ، بڑے پیمانے پر تیار کردہ بائبل کو عام لوگوں کے لئے براہ راست دستیاب کیا گیا تھا جو متعدد صحیفاتی مطالعے کے رہنمائی کے ساتھ آیا تھا۔ ہر کتاب کا تعارف، مواد، نقشے، اور خلاصہ پیش کیا گیا تھا۔ چونکہ جنیوا بائبل کی زبان زیادہ طاقت ور اور زوردار تھی، لہذا زیادہ تر قارئین نے اس نسخے کو زبردست بائبل کے بجائے ترجیح دی۔
[31] https://biblehub.com/commentaries/gsb/matthew/27.htm, Accessed on 08-05-2020, at 04:50 PM.
[32] https://biblehub.com/commentaries/gill/matthew/27.htm, Accessed on 08-05-2020, at 05:22 PM.
[33] Leviticus20:24
[34] Deuteronomy7:6-7
[35]https://www.sefaria.org/Rabbeinu_Bahya%2C_Devarim.7.7.1?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 09-05-2020, at 12:22 PM.
[36]Deuteronomy7:8
[37] Deuteronomy4:1-2
[38] Deuteronomy7:17-19
[39] Deuteronomy7:20-21
[40] Deuteronomy7:22-24
[41] Exodus 34:11-14
[42] Joshua9:3-4
[43] Joshua9:7
[44]Joshua9:15-16
[45] https://biblehub.com/commentaries/clarke/joshua/9.htm, Accessed on 09-05-2020, at 03:42 PM.
[46] https://biblehub.com/commentaries/gill/joshua/9.htm, Accessed on 09-05-2020, at 03:42 PM.
[47]Joshua9:26-27
[48]1Kings:512

[49] تھامس کوک پہلا میتھوڈسٹ پادری تھا۔ بریکن، ویلز میں پیدا ہوا۔ انہیں 1772 میں ایک پجاری کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا، لیکن انھوں نے میتھوڈسٹ ہونے کی وجہ سے اپنے جنوبی پیٹرٹن کے انگلیائی منبر سے نکال دیا۔ انہوں نے جان ویسلے سے 1776 میں ملاقات کی۔ انہوں نے بعد میں امریکہ میں میتھوڈزم کی مشترکہ بنیاد رکھی اور اس کے بعد بیرون ملک میتھوڈسٹ مشن قائم کیے، جو 19ویں صدی میں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔

[50]https://www.studylight.org/commentary/1-kings/5-12.html#tcc, Accessed on 09-05-2020, at 03:52 PM.

[51] Numbers 20:14-16

[52]https://www.sefaria.org/Or_HaChaim_on_Numbers.20.14.1?lang=bi&with=all&lang2=en, Accessed on 09-05-2020, at 05:52 PM.

[53] Judges 11:12-13

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.